وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا

الحمد للہ والمنۃ کہ رسالہ مصنفہ حضرت مولانا مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ المسمٰی

الدلیل المحکم
علیٰ
قراءۃ الفاتحہ للمؤتم

باہتمام حافظ مولوی محمد عبد الاحد بماہ شوال المکرم سنہ ۱۳۰۵ ہجری

بتصحیح مولوی محمد فضل الرحمن صاحب

در مطبع مجتبائی واقع دہلی حسن انطباع یافت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین الرحمن الرحیم مالک یوم الدین ایاک نعبد و ایاک نستعین اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم و لا الضالین آمین

اللہم صل علی سیدنا محمد النبی الامی و ازواجہ امہات المومنین و ذریتہ و اہل بیتہ کما صلیت علی سیدنا ابراہیم انک حمید مجید ۝

بعد حمد و صلوٰۃ اول چند باتین عرض کرتا ہون اوس کے بعد مطلب اصلی عرض کرونگا اول تو یہ گذارش ہے کہ اوصاف دو طرح کے ہوتے ہین۔ ایک تو بالذات دوسرے بالعرض۔ مگر اوصاف بالعرض حقیقت مین وہی اوصاف موصوف بالذات ہوتے ہین جو بوجہ ارتباط باہمی موصوف بالعرض کی طرف مجازاً منسوب ہو جاتے ہین چنانچہ مشاہدہ احوال کشتی و جالسان کشتی سے واضح ہی غرض یہ بات قابل لحاظ ہے کہ اس صورت مین وصف واحد ہوتا ہی پر موصوف متعدد کوئی موصوف بالذات کوئی موصوف

بالعرض پہر موصوف بالعرض بہی ایک موصوف بالذات کے لیے متعدد ہو سکتے ہین
اور اسی تقریر سے یہہ بہی واضح ہو گیا ہو گا کہ ضروریات وصف کی ضرورت فقط موصوف
بالذات کو ہو گی البتہ آثار وصف موصوف بالعرض کی طرف وصف کید ماتحہ آئین سگے یہی
وجہ ہی کہ اسباب محرکہ کی فقط کشتی کو ضرورت ہی البتہ تبدل اوضاع جو آثار حرکت مین سے ہی
کشتی کی حرکت کی بدولت مثل حرکت کشتی نشین کو بہی میسر آجاتا ہی - گزارش ثانی یہ ہی کہ لفظ
دال علی الوصف سے حقائق شناسون کے نزدیک موصوف بالذات ہی مراد ہو گا ہان اگر
کوئی قرینہ صارفہ ہو تو اوس وقت موصوف بالعرض بہی مراد لے سکتے ہین - عرض ثالث
یہہ ہی کہ جیسے ایک چیز کو باعتبارات مختلفہ معنی اور مدلول اور موضوع لہ اور مفہوم وغیرہ
کہہ سکتے ہین یا ایک شخص کو باعتبارات مختلفہ باپ بیٹا چچا بہتیجا وغیرہ کہہ سکتی ہین ایسی ہی
نماز کو باعتبارات مختلفہ صلوٰۃ ذکر طاعۃ حسنہ وغیرہ کہہ سکتی ہین مگر جیسے معنی و مدلول وغیرہ اسماء
یا باپ بیٹا وغیرہ القاب کیلئے اعتبارات جدے جدے ہین اور آثار جدے جدے مثلاً باپ
کیلئے تعظیم ہی - اور بیٹے کے ذمہ اطاعۃ اور خدمت ایسے ہی نماز کے اسماء و القاب مین خیال
کرنا ضرور ہے - عرض رابع یہہ ہی کہ جیسے سائلون کے عجز و نیاز و آداب و تعظیم و دعاء و ثنا
یا بوجہ کہ بغرض سوال ہی ہوتے ہین یا انجاح سوال کے بعد سوال پر متفرع
ہوتے ہین سب از قسم سوال سمجھے جاتے ہین یا اوپلے لکڑی وغیرہ سامان پخت و پز
کھانے ہی کی مدمین لکھے جاتے ہین اور یہی وجہ ہی کہ سب کے دام یون کہا کرتے ہین
کہ کھانا اس مہینہ مین اتنے مین پڑا یا کھانے مین اتنا صرف ہوا ایسی ہی نماز کے
اون افعال کو جو باعتبار ذوات افعال اعتبار صلوٰۃ کے تلے اون کا داخل کرنا حقیقت
شناس روا نہین رکھ سکتا باین نظر کہ مقصود اصلی اون سے وہ اعتبار صلوٰۃ ہے یعنی

اوس کے سامان ہین یا اوسپر متفرع ہین یعنی اوس کے آثار ہین داخل صلوۃ سمجھنا لازم ہو
مگر جیسے اوپلے لکڑیکو باوجود لحوق مذکور نہ وہان رکھ سکتے ہین جہان کھانیکو رکھتے ہین اونکے
لئے اگر کوٹھری یا صحن ہو تو اونکے لیے دیگر کابی وغیرہ اور نہ وہ آثار اوپر بذات خود
متفرع ہوتے ہین جو کھانے پر متفرع ہوتے ہین نہ ان مین وہ مزا ہے نہ راحت روح افزا
ہو روٹی وغیرہ کو پانی توے گھڑے وغیرہ کی حاجت اور لکڑی اوپلے وغیرہ کو آفتاب
کی ضرورت توڑنے پھوڑنے کی حاجت ایسی ہی افعال صلوۃ وملحقات صلوۃ کو باہم متغائر
سمجھئے اور اگر اس سے بھی زیادہ روشن مثال کی ضرورت ہو تو سنئے رعایا کو بغرض عرض
مطلب واستماع احکام شاہانہ دربار شاہی مین جانیکی ضرورۃ ہوتی ہو اور اسیوجہ سے تمام
آداب وتعظیمات جو وقت حضوری دربار بجالائے جاتے ہین سوال ہی کی مدمین شمار
کئے جاتے ہین مگر جیسے عرض مطلب کیلئے زبان اور استماع حکم کے لیے کان چاہئین
حضوری دربار کے لیے شست وشوی دست وپا وردی اور درستی لباس کی ضرورۃ ہو
اگر حضور نہوتا تو اوس کی کچھ حاجۃ نہ تھی اور عرض مطلب واستماع حکم نہوتا تو زبان وکان
کی حاجۃ نہتھی ایسی ہی اعتبار صلوۃ کے اور احکام ہین اور اعتبار حضور کے اور احکام
البتہ جیسے عرض مطلب وغیرہ بحضور متصور ہین ایسی ہی تحقق اعتبار بحضور متصور نہین
البتہ جیسے دربار کا جانا اور آداب کا بجالانا سب از قسم سوال ہی سمجھی جاتی ہین اور کیونکر
نسمجھی جائین حضور دربار اسی لئے ہو بذات خود مطلوب نہین ایسے ہی اعتبار صلوۃ اور اعتبار حضور
کو متغائر اور متلازم خیال فرمایئے۔ عرض پنجم یہہ ہے کہ احکام انبیاء کرام علیہم السلام
دو قسم کے ہوتے ہین ایک تو از قسم روایۃ اور ایک از قسم درایۃ اول مین تو احتمال خطا
ممکن نہین انبیاء کرام علیہم السلام صادق ومصدق ہوتے ہین وہ راوی خدا تعالی

مروی عنہ خطا آسے تو کہیں سے آئے ہان احکام قسم ثانی مین گہ وبیگاہ خطا کا بھی احتمال
ہوتا ہی اوراس لیے احتیاط کی بھی ضرورۃ ہوتی ہو البتہ اتنی بات مقرر ہے کہ انبیاء کرام
علیہم السلام کی خطا کی اصلاح ضروری ہی اس دعوی پر احادیث کثیرہ شاہد ہین پھر اس کا
مرتبہ بشریۃ سے دور نہین اس لیے اس مین کچھ وکاوش کی حاجۃ نہین ان پانچ باتون کی
بعد گذارش ہی کہ صلوۃ کیلیے طول تو ایک رکعت ہی زیادہ نہین چنانچہ احادیث کثیرہ مثل من
ادرک رکعۃ من الصلوۃ الخ من ادرک رکعۃ من الجمعۃ الخ من ادرک رکعۃ من الصبح الخ
من ادرک رکعۃ من العصر الخ اسپر شاہد ہین ورنہ تخصیص رکعۃ لغو ہی اور حدیث لا صلوۃ الا بفاتحۃ
الکتاب بعد لحاظ اس امر کے کہ ہر رکعۃ مین ضرورۃ فاتحہ ہی وہ جس قسم کی ضرورۃ ہو اس کی
ہویدا اور شب معراج مین بوجہ تخفیف پچاس نمازون کے بعد فقط پانچ کا رہجانا اس طرف
مشیر ہی کہ انتخاب پچاس کا ہنوز باقی ہی اور کیون نہو مقتضائے تخفیف بشہادۃ عقل سلیم
یہی ہی اور اگر کہین اس کے مخالف نظر آئے تو وہان بھی تخفیف ہی باعث تقلیل نہین
ہوئی بلکہ کسی حسن وقبح کا لحاظ بھی شریک حال ہی اس صورۃ مین رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی قوۃ وہمت سے یہ توقع ہے کہ آپ اس مستحب محبوب کو بوجہ ترک نہ
کرتے ہون مگر رسول اللہ صلعم کی صلوۃ شب وروز کو تتبع کیا تو پچاس ہی رکعتین ہوتی ہین۔
ہان اگر کبھی دنکو کچھ کمی ہوگئی تو رات کو غالبًا جبر ونقصان فرماتے تھے اور رات کو کچھ نقصان
رہ گیا تو دنکو اوس کو پورا فرماتے تھے اس معمول نبوی صلعم کو دیکھیے تو اس سے بھی
یہی سمجھ مین آتا ہی کہ طول صلوۃ ایک رکعۃ تک ہی مگر چونکہ دشواری پچاس بار کی حاضری
مین تھی گو ایک ہی رکعت کیلیے کیون نہو تو تخفیف مین تنقیص اوقات زیادہ ملحوظ رہی
علاوہ برین فقہا کا یہ ارشاد کہ صبح کی نماز کی ایک رکعت کے ملنے کی بھی امید ہو تو بطور

معلوم سنت صبحکو ادا ہی کر لے کچھ یہی کہی ہی کہ وہ بھی صلوۃ ایک ہی رکعت کو سمجھتے ہین یعنی
جب تک ادای صلوۃ بالجماعۃ ممکن ہو سنت موکدہ صبحکو ترک نہ کرے دونو فضیلتون کو
جمع کر لیوے ہان اجتماع ممکن نہو تو پھر جماعت زیادہ ضرور ہی بایہمہ بعد اتمام رکعۃ عود
ارکان سابقہ بھی بحکم فطرت سلیمہ اسی پر دال ہی کہ صلوۃ واحد ایک رکعۃ پہ ختم ہو جاتی ہی اس
صورۃ مین دو دو رکعت اور تین تین رکعت اور چار چار رکعۃ کو ایک صلوۃ کہنا باین اعتبار
ہی کہ فصل بالاجنبی کی اجازۃ نہین مگر جیسے اس صورۃ مین صلوۃ متعددہ کو ایک صلوۃ بوجہ
مذکور سمجھتے ہین ایسی ہی صلوۃ امام و مقتدے کو جو بدلالۃ وجوہ لاحقہ واحد ہے بوجہ تعدد
مصلیین متعدد سمجھتے ہین وجہ اول تو یہ ہی کہ افضلیت امام علی الترتیب معلوم اس بات پر
شاہد ہی کہ جیسے حرکت کشتی نشینان سرعۃ و بطوء استقامۃ و استوارۃ وغیرہ مین تابع حرکۃ کشتی ہے
ایسی ہی فضیلت و نقصان مین صلوۃ مقتدی تابع صلوۃ امام ہی یہی وجہ ہوئی کہ امام کا اعلم
واقرء و اورع وغیرہ ہونا محمود و مستحب ہوا اگر دونو کی نمازین جدی جدی ہوتین اور اس امر مین
ایک دوسرے سی مستقل و مستغنی ہوتا تو آگے پیچھے کھڑا ہونا کچھ اس بات کو مستقضی تھا کہ امام ایسا
ہونا چاہئیے ورنہ بہت سی منفرد بھی اس حکم کے مخاطب ہوتے الغرض مثل کشتی و جالسان کشتی
اگر امام کی طرف سی افاضہ اور مقتدیونکی طرف سے استفاضہ نہین تو افضلیت امام پھر کاہیکی لئے ہی
دوسرے حدیث الامام ضامن اسبات پر شاہد ہے کہ امام کی نماز فاسد ہو تو مقتدیون کی نماز کا
فساد لازم ہی اور مقتدیکی نماز فاسد ہو تو اوسی کی فاسد ہوگی اور کسیکی نماز فاسد نہوگی تفصیل اس
اجمال کی یہ ہی کہ ضمانت وجوب حق پر دال ہی اور ظاہر ہے کہ ادائے حق ضمانت سی اصل مدیون
بری ہو جاتا ہی ورنہ بار دین اوسکی گردن پر رہیگا اور مدیون اگر عوض مال ہو دی ضامن کو بدے
تو مدیون ہی کے ذمہ مطالبہ رہیگا ضامن کے ذمہ کسی کا مطالبہ نہ رہیگا اس لئے یہ ضرور ہے کہ

حق ضمانت امام سے ادا ہو تو مقتدیوں کی برات بھی متصور نہیں اور مقتدیوں سے واجب ادا ہو
تو امام کی برات مین کلام نہیں غرض فساد نماز امام سے مقتدیوں کی نماز کا فاسد ہو جانا وغیرہ اوسکا
اس پر شاہد ہے کہ مثل حرکت کشتی صلوٰۃ امام مقتدیوں کی طرف منسوب ہو جاتی ہے اور جیسے کہ سکون
کشتی سے سکون جالس ضرور ہے اور سکون جالس سے اوسی کا سکون لازم آتا ہے اور دونوں کا
متعدی نہیں ہوتا ایسے ہی دربارہ فساد یہان بھی یہی حال ہے علیٰ ہذا القیاس جیسے کہ جیسے
تندی ہوا وغیرہ موجبات اضطراب سے اگر کشتی مضطرب ہوتی ہے تو جالسان کشتی کا اضطراب
یعنی تہ و بالا ہونا ضرور ہے اور فقط کشتی نشینون کو اگر ہوا سے لگے تو نہ وہ تہ و بالا ہو نہ کشتی اور ہوا کے
اور وجہ اوسکی وہی اتحاد حرکت بطور معلوم ہے اور اسی وجہ سے اس اضطراب عدم اضطراب سے
سمجھ جاتے ہین کہ ادہر سے افاضہ اور ادہر سے استفاضہ ہے ایسے ہی سہو امام سے سب پر سجدہ
سہو کا لازم آنا اور مقتدی کے سہو سے کسی پر سجدہ کا لازم نہ آنا اتحاد صلوٰۃ پر بطور معلوم دال ہے اور
اوسکو دیکھکر اہل فہم سمجھ جاتے ہین کہ امام کی طرف سے افادہ اور ادہر سے استفادہ ہے جیسے
رکوع و سجود مین تقدیم و تاخیر کا مقتدیون کے حق مین ممنوع ہونا بشہادت فطرت سلیمہ اس پر
شاہد ہے کہ امام ہی کی نماز مقتدیوں کی طرف منسوب ہے ورنہ بصورۃ استقلال یہ مخالفت لغو تھی پانچوین
امام کے سترہ کا مقتدیون کے حق مین کافی ہو جانا چنانچہ حدیث ابن عباس وسیرشاہد ہے اس پر دلالت
کرتا ہے کہ اصل مصلی تو امام ہے اور مقتدی اوس سے مستفیض ہین الغرض صلوٰۃ امام و مقتدی بوجوہ
مذکورہ واحد ہے امام اصل اور موصوف بالذات ہے اور مقتدی تابع اور موصوف بالعرض اور جیسے کہ بوجہ
نہ ہو اگر اختلاف تشکلات قمر وغیرہ معلومہ سے قضیہ نور القمر مستفاد من نور الشمس کا یقین ہو جاتا
ہے تو یہان بھی استفادہ معلوم کا یقین ضرور ہے اس لیے ضروریات اعتبار صلوٰۃ پایون کہیے
ضروریات اعتبار اتصاف بالذات مثل قراءت سب امام کے ذمہ پڑینگے اور ضروریات اتباع پایون

بکہئے ضروریات اتصاف بالعرض مثل نیت اقتدا ر سب مقتدیون کے ذمہ اور ضروریات عقبا
حضور مثل رکوع وسجود وغیرہ دونون مین مشترک شرح اس معما کی یہ ہی کہ صلوۃ کو تو صلوۃ باعتبار
عوض معروض معلوم و اتباع احکام مقررہ جو قرأۃ فاتحہ اور قرأۃ سورۃ مین ہوتا ہی کہتے ہین
وجہ اس کی اول تو یہ ہی کہ لفظ صلوۃ بدلالۃ فقہ اللغۃ اس جانب مشیر ہی کہ دعاے لسانی مقصود
ہی دوسرے جیسے قوۃ باصرہ وغیرہ قوی کو دیکہنے سننے کیلیئے بنایا اور اس لئے یہ امور ان
قوی کے حق مین طبعی ہین ایسی ہی بدلالۃ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون نفوس انسانی کو
عبادت کیلیئے بنایا ہی اور اسوجہ سے عبادۃ انکے حق مین ایک خواہش طبعی ہوگی مگر چونکہ طاعۃ
و عبادۃ اوسکو کہتے ہین کہ مطاع و معبود کی موافق مرضی کیا کرے مگر اوسکی مرضی کا جاننا اوسکے
بتلانے پر موقوف ہی اس لیے بالضرور بحکم شوق عبادۃ خدا تعالے سے استدعای ہدایۃ ضرور
ہوئی سوال مین یہی استدعا اور استدعا کے جواب کے استماع کیلیئے یہ افضل العبادات
یعنی نماز مقرر ہوئی قیام کا اس لیے موضوع ہونا تو خود ہی ظاہر ہے رہا رکوع و سجود اگر نظر
سرسری سے دیکھیے تو یہہ بھی مثل سبحانک اللہم اوس کے ملحقات مین سے ہین اگر سبحانک اللہم
بمنزلہ سلام دربار ہی تو رکوع و سجود مثل آداب نیاز وقت انعام ہین یعنی جب سوال اہدنا الصراط
المستقیم کے بعد سورۃ پڑہی گئی تو بدلالت ذلک الکتاب لاریب فیہ ہدی للمتقین یہہ معلوم ہوا
کہ سائل کا سوال پورا ہوگیا اور اوس کی امید پوری ہوگئی اس لیے اس انعام کے شکریہ
مین آداب و نیاز بجالانا اوسکے ذمہ ضرور ہوا البتہ اس تقریر کے موافق یہہ مناسب تہا کہ سارا
قرآن بعد فاتحہ ہر رکعۃ مین پڑہا جایا کرتا کیونکہ مجموعہ کتاب کی نسبت یہہ ارشاد ہی ہدی للمتقین شاید
یہی وجہ ہوئی کہ بعض صحابہ نے بعض اوقات ایک رکعۃ مین سارا قرآن پڑہ لیا تہا مگر جیسے
پانی کے ہر قطرہ کو پانی اور خاک کے ہر ذرہ کو خاک کہتے ہین ایسے ہی قرآن کے ہر ٹکڑے کو

تحقق سوال قالی سے مقدم ہو لیکن ظہور مین اوس سے متاخر بلکہ اوسکا محتاج تھا اس لیے
وہ افعال جو بالطبع مظہر احوال مشار الیہ ہون وضع مین سوال قالی سے موخر ہے مگر اس صورۃ
مین نماز کے تمام ارکان کا استدعا، استماع کیلئے موضوع ہونا زیادہ تر روشن ہوگیا اور یہ بھی روشن ہوگیا کہ
افضلیت طول قنوت غلط نہین اور یہ بھی روشن ہوگیا کہ جیسی ایمان بایں وجہ کہ وہ نیت ایک عام اور عزم انقیاد
مطلق ہے تمام اعمال سے افضل ہے حالانکہ ہر عمل مین نیت خاص کا ہونا ضرور ہے ایسی ہی صلوۃ
بایں وجہ کہ اوس مین استدعاے ہدایہ مطلقہ اور اظہار امتثال مطلق ہوتا ہے جملہ عبادات سے افضل ہے
اور کیون نہو زکوۃ و صوم تو قطع نظر اس سے کہ ایک امتثال خاص ہین اصل مین عبادۃ ہی نہین
بوجہ الحاق امتثال امر عبادۃ بن جاتی ہین ورنہ لازم آئے کہ خدا تعالی سب مین زیادہ عابد ہے
کیونکہ زکوۃ اصل مقصود داد و دہش ہوتی ہے اور صوم مین اصل مقصود تنزہ سو ظاہر ہے کہ ان دونون
باتون مین خدا تعالے سب سے زیادہ ہے رہا حج اوسکے ارکان اگرچہ مثل ارکان صلوۃ باعتبار اصل
طبیعت بتوسط محبت انقیاد پر دلالۃ کرتے ہین مگر چونکہ اوس کے افعال اصل مین مظہر شیون
محبت ہین تو وہ عموم اور اطلاق جو عبودیت کہان جسپر صلوۃ دلالۃ کرتی ہے محبت ہر چند سامان اطاعت
ہے مگر اسکے بعض آثار مثل تنگدلی و غیرت وغیرہ بسا اوقات بظاہر موہم انقیاد ہو جاتے ہین
علاوہ برین اصل انقیاد اور واسطہ انقیاد مین بہت فرق ہے حج مین واسطہ انقیاد ہے اور نماز
مین اصل انقیاد علے ہذا القیاس جہاد وغیرہ طاعات کو خیال فرما لیجئے لیکن بصورتیکہ دربارہ
اعتبار صلوۃ جو اصل مقصود من الصلوۃ ہے چنانچہ اختصاص و اشتہار بنام صلوۃ بھی اوسپر شاہد
ہے امام اصل ٹھہرا اور مقتدی اوسکے تابع اور اس سے مستفید تو بحکم اتصاف بالذات ضروریات
اعتبار صلوۃ یعنی فاتحہ جو ایک عرضی بندگان سراپا اخلاص و استدعاے مطیعان باوفا ہے
اور سورت وغیرہ جو حکمنامہ احکم الحاکمین ہے امام ہی کی جانب ہاہی وجہ ہے جو یہ ارشاد ہوا اذا قرئ

القرآن فاستمعوا له وانصتوا الآن اگر یہ اصلیت وتبعیت نہوتی تو جیسے دو منفرد اگرچہ قریب ہی قریب کیون نہون دربارہ قرأت ایک دوسرے کا کفیل نہین ہوتا تو یہان بھی ایک کو دوسرے کا ضامن نکہتے اور یہہ بھی نہین تو کبھی اولٹا تو ہوتا مگر ایہی کیا کیجیے کہ امام کی قراءۃ تو سب کے نزدیک ضرور ٹھہری اس صورۃ مین تدبیر استماع والنصات بجز اسکے اور کیا ہی کہ مقتدی خاموش رہین مگر چونکہ اصل وجہ اُس قرأت اور اس استماع وانصات کی وہی اصلیت امام وتبعیت مقتدی ہی تو صلوۃ سری بھی اس قصہ مین ہمسنگ صلوۃ جہری نظر آتی ہی اسی بنا پر یہہ ارشاد ہوا من کان له امام فقراءۃ الامام الخ اور کما قال رہی حدیث عبادہ جو وجوب قراءۃ فاتحہ علی المقتدی پر دلالۃ کرتی ہی اول تو اوس کے ثبوت مین کلام دوسرے اگر ہی بھی تو حسن ہی صحیح نہین اور اگر بعض محدثین کی تقلید کیجیے اور صحیح بھی کہیے تو آیہ مذکورہ کی معارض نہین ہوسکتی اوسکی وجہ سے مفہوم آیۃ مین تاویل کرنی یا تخصیص کرنی جس کا حاصل وہ نسخ ہی زیبا نہین اوسکو آیۃ سے منسوخ کہین تو زیبا ہی ہان نسخ بوجہ منسوخ ہو جیسے نسخ موجہ زیادہ دلنشین ہوتا ہی اسلیے یہ گذارش ہی کہ جیسے ارکان خمسہ اسلام ابعاث مین تدریج ملحوظ رہی ہی یعنی صلوۃ وزکوۃ اول فرض ہوئی پھر جہاد پھر صوم پھر حج ایسے ہی ایک ایک حکم کو دیکھیے تو اکثر احکام مین یہی تدریج نکلیگی خاصکر صلوۃ حدیث حضرت معاذ رضی جو ابوداؤد مین دربارہ تحول احوال صلوۃ مروی ہی اوسپر شاہد ہی اور اول سلام وکلام کا جائز ہونا پھر بوجہ قوموا لله قانتین اونکا ممنوع ہونا بھی اس طرف مشیر ہی سو بعد غور یون معلوم ہوتا ہی کہ جیسے تعمیر مکان سے پہلے مادہ تعمیر وسامان عمارت یعنی اینٹ چونا لکڑی وغیرہ فراہم کیا جاتا ہی اور اوس وقت نہ وہ ترتیب ملحوظ رہتی ہی جو وقت تعمیر پیش آتی ہی چنانچہ بسا اوقات کڑیان اور شہتیر اینٹون اور پتھرون سے پہلے خرید لیتے ہین اور وہ پتھر اور اینٹین جو سب کے اوپر لگائی جاتی ہین سب سے پہلے آجاتی ہین

کہ بالفرض یہہ حدیث بھی معارض ہوتی تو بہہ بھی بمقابلہ قرآن شریف واجب الترک تھے مگر ہمکو
کیا کیجئے کہ یہہ حدیث اصلا معارض نہین حاصل منطوق حدیث مذکور یہ ہی کہ ایک صلوۃ کیلئے
ایک فاتحہ چاہئے سو باعتبار طول ایک رکعۃ ایک صلوۃ تھی اسلئے ہر رکعۃ مین فاتحہ ضروری
ہوئی اور باعتبار عرض صلوۃ امام و مقتدی صلوۃ واحد ہی یہان بھی ایک ہی فاتحہ کافی
ہوگی الغرض احادیث مذکورہ مین سے حدیث عبادہؓ گو باعتبار منطوق قرآن سے متعارض
ہو مگر بوجہ اختلاف زمان جسپر شہادۃ فطرۃ سلیمہ موجود ہی تعارض نہین کیونکہ تعارض کیلئے وحدۃ
زمان بھی ضرور ہی جو منجملہ ہشت وحدات تناقض ہی اور حدیث لاصلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب مین
باعتبار منطوق بھی تعارض نہین گو اہل ظاہر کو معلوم ہوتا ہو البتہ تعارض فاقرؤا کا کھٹکا ہنوز
باقی ہی اوس کی مدافعۃ کیلئے یہہ گذارش ہی کہ قراۃ باعتبار صلوۃ مطلوب ہی اور بحکم بعض مقدمات
معروضہ ضروریات صلوۃ کی ضرورۃ مصلی بالذات اور اس وصف کے موصوف بالذات کو ہوگی
اس لیے مخاطب فاقرؤا سوا ے امام منفرد کے اور کوئی نہین ہو سکتا اور کیونکر ہون بدلالۃ
سیاق وسباق مخاطب فاقرؤا مصلی ہین اور اطلاق مصلی موصوف بالذات بالصلوۃ پر توحقیقی ہی اور
موصوف بالعرض پر مجازی کیونکہ وہ واقع مین مصلی ہی نہین ہوتا اس صورت مین خطاب
فاقرؤا مین مقتدی داخل ہی نہونگے جو اخراج کی ضرورۃ پڑے بلکہ مدرک رکوع کا بالاجماع
اس حکم سے سبکدوش ہونا اسی کی تفسیر ہی کہ مقتدی حقیقۃ مین مصلی ہی نہین اور اس لیے
فاقرؤ کے مخاطب فقط امام و منفرد ہین مقتدی نہین اور یہی وجہ ہوئی کہ قیام اوس پر فرض
نہوا کیونکہ قیام بوجہ قراءۃ مطلوب تھا جب قراءۃ ہی اوسکے ذمہ نہین اور نہ وہ حکم قراءۃ
مخاطب تو پہر مطالبہ قیام بیسود ہی باقی وجوب قیام رکعات باقیہ بحکم حضور سا ہی نہ بحکم صلوۃ
ـــ کے بعد اس تاویل کی کچھ حاجۃ نہین کہ للاکثر حکم الکل تین فرضون مین سے دو کا ادا ہوجانا

بھی کافی ہی علاوہ برین اگرچہ عذر قابل استماع ہو تو قیام و رکوع و سجود واحد بھی کافی ہوا
کرے علی ہذا القیاس قیام اور دو سجدون سے نماز ہو جایا کرے اسوقت دونون آیتون
مین تعارض باقی رہتا ہی اور نہ اعتراض ظنیت حدیث بوجہ تخصیص دربارہ فرضیۃ قراۃ علی الامام
والمنفرد قادح ہو سکتا ہی اگرچہ جواب اعتراض مذکور یہ بھی ہو سکتا ہی کہ آیہ فاقرؤا دربارہ قراۃ
خاص ہی اور عموم وخصوص بعض اگر ہے تو باعتبار مخاطبین ہی اسلیے اگر قطعیت مبدل بظنیت
ہوگی تو دربارہ تعین مخاطبین ہوگی نہ درباب قراۃ پر جیسے بدلالۃ حدیث صید جسمین احتیاط
پر نظر کرکے اوس صید کو حرام کر دیا ہی جسکے اصطیاد مین اور کتا بھی شریک ہو جائے ایسی ہی
بوجہ احتیاط اون لوگون پر قراۃ فرض ہوگی جنکا حکم قراۃ سے خارج ہونا کسی دلیل
سے ثابت نہین ہوا اگر حرمۃ مستحق احتیاط ہی تو فرضیۃ بھی یہ استحقاق رکھتی ہی بالجملہ
آیہ فاقرؤا اور آیہ اذا قری القرآن مین تعارض ہی اور نہ حدیث لا صلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب
وغیرہ احادیث دالہ علی وجوب قراۃ فاتحہ اور آیۃ مین تعارض ہی ہان البتہ حدیث عبادہ رض
اور آیہ اذا قری القرآن مین باعتبار منطوق تعارض ہی پر بلحاظ اشارات مذکورہ حدیث مذکور کا تقدم
اور آیۃ کا تاخر بنسبت تقدم آیۃ و تاخر حدیث زیادہ ترچسپان ہی پھر اوسپر حدیث کی صحت مین ۱۲
ادہر قائلان وجوب قراۃ فاتحہ علی المقتدی کو دیکھا کہ فکر تعمیل آیۃ سے غافل نہین صحابہ
کرام مین حضرت ابوہریرہ رض اور ائمہ فقہ مین حضرۃ امام شافعی رح کو ایجاب فاتحہ علی المقتدی
مین زیادہ تشدد ہے مگر حضرت ابوہریرہ رض تو تتبع سکتات امام ارشاد فرماتے ہین اور حضرۃ
امام شافعی کے مقلدونکو دیکھا کہ امام بعد فاتحہ دیر تک ساکت کھڑا رہتا ہی اوس وقت مقتدی
فاتحہ پڑھتے ہین سوا اس کے کہ سکتات امام اور سکتہ طویلہ مین الفاتحہ والسورۃ کو ایک تجویز
اضطراری کہئے اور کیا کہئے حدیثون مین مرفوعا شاید کہین یہہ دونون باتین ہون اگرچہ

تجویز بلحاظ آیۃ مذکورہ نہین تو اور کیا ہی جس صورۃ مین آیۃ مذکورہ قائلان وجوب فاتحہ علی
المقتدی کے نزدیک بھی واجب التعمیل ٹھری اور خود اونکے تجویز غیر مروی تو اس صورت
مین یہی بہتر نظر آتا ہی کہ حدیث من صلی صلوۃ الخ وغیرہ کیطرف رجوع کیا جاوے اور اُنکی
تجویز سے تو اوس کی تعمیل بہتر ہی ہوگی اور کیون نہو اول تو اس بارہ مین احادیث
مرفوع الاسناد اور بھی موجود ہین چنانچہ امام محمد کی موطا مین موجود ہین اور اگر اسی روایۃ
پر قناعۃ کیجاوے اور اس سے قطع نظر کیجاوے کہ قوۃ درآیۃ قوۃ روایت سے مقدم ہے
چنانچہ انشاء اللہ واضح ہوجائیگا موقوفا تو اوس کی صحت مین کلام ہی نہین ہے باوجود اشتہار
نص لا صلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب حضرۃ جابرؓ کا یہ ارشاد لے اسکے مقصود ہی نہین کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سے سنا ہو احتمال اجتہاد لے تاویلات رکیکہ چسپان نہین ایسی احادیث موقوف
بھی مرفوع کے حکم مین ہی علاوہ برین اگر اجتہادی تھا تو ایسا تھا کہ باب ز ربایدنوشت یعنی
جب امام دربارہ صلوۃ موصوف بالذات ہو تو پھر مقتدی پر بار قراءۃ بموقع نظر آیا اور اسکے
ساتھ آیہ اذا قری القرآن کو مانع قراءۃ و کما قال اللہ آیہ فاقرؤا کو اوسکے موافق پایا مخالف
[illegible] عبادہ کو بوجہ تدریج مشار الیہ منجملہ احکام سابقہ سمجھا ان سب باتون کے
لحاظ کے بعد اس اجتہاد کو غلط کہنا مناسب نہین ہان کسی نص کا تناقض ایسا ہوتا
کہ اوسکی مدافعۃ کی کوئی صورۃ ہی نہوتی تو البتہ محل تامل تھا اسونت تو غور سے دیکھئے تو حدیث
عبادہ اور آیۃ اذا قری القرآن کا تعارض ایسا ہی کہ بے تجویز تنسیخ سکتا ہے یا سوجہ طریقہ مشار الیہا
اوسکی مرافعۃ کی کوئی تدبیر نہین اور ظاہر ہی کہ یہ دونون تجویزین غیر مروی باقی روایۃ مرفوع
اوسکی کسی طریقہ مین کلام ہی تو ایسی کلام تو حدیث عبادہؓ مین بھی موجود ہی محمد بن اسحاق کی
تعدیل اگر کسی نے کی تو اُنکا قول فیصل نہین ہوسکتا روایۃ کا حال اول تو مشاہدہ افعال

سے منتزع ہوتا ہی اوسمین اختلاف ہو تو وہ درحقیقت اختلاف انتزاع ہی اور تعارض ظن تخمین سے
اگر مراتب انتزاع مین سب برابر ہین تو بشرط تساوی مشاہدہ اعتبار مین بھی برابر ہونگے اونکے
بعد جو کوئی کہیگا اونھین کے حوالہ سے کہیگا جسکو متاخرین مین سے منجملہ ائمہ جرح و تعدیل کے کسیکا
اعتقاد زیادہ ہوا اوسنے اوسیکا اتباع کیا ایک کا اعتقاد دوسرے کے حق مین واجب اللحاظ نہین جو اوسکا
قول قول فیصل سمجھا جاوے یہ بات درایۃ مین متصور ہے یعنی اگر کسی نے مبنأ احکام کا پتا لگا دیا
جیسا کہ بشرط انصاف اوراق معروضہ مین ہوا ہی تو پھر ہر حکم ٹھکانے لگجاتا ہی اور اسلئے اوسکا
قول قول فیصل ہو جاتا ہی پھر اگر حدیث عبادہ اور طرق سے مروی ہی تو حدیث من صلی بھی باللفظ
یا بالمعنی اور طرق سے مروی ہی بامام محمد کی موطا تو مطالعہ فرمائیگا اوسمین بعض طرق ایسے بھی نکلینگے
انشاء اللہ کہ علی شرط الشیخین ہون اور یہ بات سراسر تعصب اور ناانصافی کی ہی کہ امام محمد اور امام
ابوحنیفہ کا روایۃ مین اعتبار ہی نہ کیا جائے اگر روایۃ مین فقہاء کا اعتبار نہین تو اورونکا بدرجہ
اولی نہو گا کیا کیجئے اس ویرانہ مین مواد کتب حدیث کا بالکل پتہ نہین اور دیوبند و سہارنپور
مین اگر بعض کتابین ہون بھی تو یہان سے دور علاوہ برین کچھ بوجہ تواتر امراض ناتوانی کچھ بکم
کی تن آسانی کتابو نکے دیکھنے ایک موت ہی ورنہ اس باب مین بھی کچھ لکھتا بنا چاری اپنے ہی خیالات
پر اکتفا کرتا ہون میرے احباب تو بوجہ حسن ظن و محبت تحقیقات دانشمندانہ سمجھینگے پر اور لوگ شاید
ان خیالات کو خیالات شاعرانہ سمجھین اسلیے لکھنے کو بھی جی نہین چاہتا مگر دنیا بامید قائم ہی یون
سمجھکر کہ شاید آپ کو یہ مشرب موافق مذاق نظر آئے کچھ تو لکھ چکا ہون اور کچھ اور لکھتا ہون مضمون
شاید تقریرات گذشتہ کو سنکر کسی کو یہ خیال ہو کہ اگر امام موصوف بالذات ہی اور اسوجہ سے امام اور
مقتدی کی نماز واحد ہی تو مقتدی کے ذمہ طہارۃ اور ستر عورۃ اور استقبال قبلہ اور رکوع و سجود بھی
نہونا چاہیئے یہ بار بھی امام ہی کے سر رہا ہوتا اور سبحانک و تسبیحات اور التحیات و درود و دعا

اور تکبیر و تسلیم بھی جسقدر ہیں مطلوب ہیں اوسی سے مطلوب ہوتے اس لئے یہ گذارش ہے کہ عروض
وصف کیلئے یہ ضرور ہے کہ معروض یعنی موصوف بالعرض احاطہ موصوف بالذات سے خارج نہو دریا میں
بھی کہیں ہونا استفادہ عمر کیہ سفینہ کیلئے کافی نہیں اوسیکے احاطہ میں ہونا ضرور ہے شعاعونکو نور سے
مستفید ہونیکے لیے بعد مجردین سے کیفما اتفق کہیں ہونا کافی نہیں اونہیں کے احاطہ میں
ہونا ضرور ہے ایسی ہی امام سے استفادہ صلوۃ کیلئے کہیں ہونا کافی نہیں اوسی کے احاطہ میں
صلوۃ ہونا ضرور ہے مگر امام کے ہر قول و فعل سے نمایان ہے کہ وہ بعد شروع حال ادہر سے غائب
ہوگیا اور خدا کی درگاہ بے نہایت میں حاضر ہے خطاب ایاک نعبد و سوال اہدنا الصراط المستقیم اور دست
بستہ کھڑا ہونا پھر کبھی جھکنا اور کبھی سر رکھدینا بدرجہ کمال اس حضور پر دال ہیں یہی وجہ ہے کہ اختتام صلوۃ
پر سلام کو رکھا گیا کیونکہ انقطاع غیبت فی الجملہ سبب سلام مسنون ہوا تو اس غیبت کبری کے انقطاع
کے بعد سلام کیون نہ مشروع ہوگا اس سے زیادہ اور کون سی غیبت ہوگی کہ عالم امکان سے غائب
ہوکر عالم وجوب میں پہونچا بالجملہ امام وقت نماز دربار خداوندی میں حاضر ہوتا ہے اس صورۃ میں کسی
حال میں کہیں ہونا تو کیا اوس درگاہ بے نہایت میں بھی امام سے علیحدہ ہوکر حاضر ہونا کافی نہیں
وہ درگاہ تو بے نہایۃ ہے دریا سب متناہی ہیں جب باوجود خارج از احاطہ سفینہ ہونا کافی نہیں تو بارگاہ
غیر محدود رب معبود میں کہیں ہونا کیا نافع ہوگا اوسکے احاطہ میں اور اُسیکے ساتھ ہونا چاہیے یہی وجہ
ہوئی کہ نیت اقتدا ضرور ہے یعنی بمقتضای اتصاف بالعرض نیت اقتدا مقتدی کے ذمہ ضروری
ہے اسطور یعنی مقتدی کو بھی حضور دربار خداوند عالم ضروری ہے مگر حضور دربار حکام مجازی و شاہان دنیا کو
لازم ہے کہ حاضر ہونیوالا نہا دہوکے لباس درست کرکے وہان پہونچے تو منہ ادہر کو ہو آداب دربار
بجالائے حاضران دربار خداوندی کی ذمہ پھر کیون نہوگا کہ پہلے پاک صاف ہولے لباس مناسب پہنے
پہونچے تو روی نیاز ادہر کو ہو اپنے اپنے موقع پر آداب مناسب بجالاے الغرض یہ امور جو

مقتدی کے ذمہ واجب ہین تو بمقتضاے وصف صلوۃ نہین ورنہ لازم تھا کہ بمقتضاے
حکم لا صلوۃ اول سے آخر تک سوا فاتحہ کچھ نہ پڑھا جاتا بلکہ وجوب علی المقتدی یا استحباب بمقتضاے
وصف حضور ہین اور مین پہلے عرض کر چکا ہون کہ یہ دونون اعتبار متغایر ہین گو ایک ہی مصداق
پر عارض ہون اور اگر یہ خیال کیا جاے کہ اصل صلوۃ وہ قراءۃ معہودہ اور رکوع و سجود وغیرہ
ملحق بالصلوۃ تو اتحاد مصداق بھی نہین رہتا الحاصل یہ دونون اعتبار متغایر ہین اور ہر ایک کے
آثار او مقتضیات جدے جدے ہین چونکہ حضور مین دونون برابر ہین تو اسکے آثار بھی مشترک رہین گے
اور صلوۃ مین امام منفرد ہے تو قراءۃ جو اوسکی مقتضیات مین سے ہے امام ہی کے ساتھ خاص ہوگی
اور نیت اقتدا جو مقتضیات استفادہ اور اتصاف بالعرض مین سے ہے مقتدی کے ساتھ مخصوص
رہیگی اور چونکہ موصوف بالذات کو موصوفات سے استغنا لازم ہے تو اسکے فہم مین ثبات استغنائی اور
ہوتے یہ استبعاد بھی مندفع ہو جائیگا کہ سبحانک اللہم تسبیحات اور التحیات تو مقتدی کے ذمہ ہین والا نکہ
فی حد ذاتہ چندان ضروری نہین اور قراءت جو بمقتضاے آیۃ فاقرؤا ضروری ہے بالخصوص از انجملہ جسکی فرضیت
پر نص قاطع لا صلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب موجود ہے اوسکے ذمہ نہین اور بعام طور پر اس مضمون کو بیان کیجیے
تو پھر اوسکی یہ صورت ہے کہ آداب دربار اور سلام تو سبھی حاضران دربار بجا لایا کرتے ہین پر عرض مطلب کے وقت اہل
استماع جواب کیلیے کوئی ایک ہی آگے بڑھا کرتا ہے اور کسی لائق ہی کو آگے بڑھایا کرتے ہین اسیطرح اگر
سبحانک اور تسبیحات آخر التحیات اور تکبیرات سب بجا لائین اور قراءۃ جو درحقیقۃ معروض مطلب ہے یا اوسکا
جواب ہے امام ہی کے ذمہ ہو تو کیا بیجا ہے اس صورت مین بھی امام کی فضیلت کے محمود اور مطلوب ہونیکی وجہ معلوم
ہو جاتی ہے اس سب گذارش کے بعد یہ گذارش ہے کہ حسب ارشاد فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول
ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الآخر ذلک خیر و احسن تاویلا ترک قراءۃ خلف الامام قراءۃ المقتدی سے خیر و احسن
معلوم ہوتا ہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جیسے کم فہمون کو حجت یا ترک قراءۃ قواعد مقررہ شرع پر منطبق معلوم

ہوتا ہی اوسنا قراۃ خلف الامام کو منطبق نہین پاتے البتہ حامیان قراۃ خلف الامام اسبابین
اگر بول سکتے ہین تو اتنا ہی بول سکتے ہین کہ روایۃ قراۃ فاتحہ روایات ترک قراۃ سے اقوی ہی مگر
اول تو یہ دعوی غیر مسلم اہل انصاف تو عجب نہین اسبات کو تسلیم نکرین اور اگر بالفرض اس بات کو تسلیم
ہی کیجیے تو اس کو عمل بالاحوط کہنا چاہیے از قسم ردوا الی اللہ والرسول نہین اور ظاہر ہی کہ عمل بالاحتیاط
اوسیوقت تک ہی جبتک حقیقۃ حال معلوم نہو اگر حقیقۃ الامر منکشف ہو جائے تو پھر احتیاط کیلئے موقع
ہی نہین رہتا اس حساب سے یون سمجھ مین آتا ہی کہ قوۃ روایۃ باعتبار روایۃ قوۃ سند سے بڑھکر ہے یہی
وجہ معلوم ہوتی ہی فقہاء کا سند مین زیادہ اعتبار ہوا اور کیونکہ روایۃ بالمعنی اکثر ہوتی ہی اوسمین
فہم ہی کی زیادہ ضرورۃ ہی بالجملہ باعتبار درایۃ نسخ قراۃ مقتدی زیادہ موجہ ہی پھر اوسپر تعارض آیۃ
واذا قری القرآن سے تو باعتبار سند بھی تارکان قراۃ ہی کیطرف رہی اوسپر بھی امام ابو حنیفہ پر طعن
اور تارکان قراۃ پر عدم جواز صلوۃ کا الزام ہوا کرے تو کیا کیجیے زبان قلم کے آگے کوئی آڑ نہین دیوار
نہین پہاڑ نہین ہمکو دیکھیے باوجود توجیہات مذکورہ اور استماع تشنیعات معلومہ فاتحہ پڑہنے والون سے
دست وگریبان نہین ہوتے بلکہ یون سمجھکر کہ ہم تو کس حساب مین ہین امام اعظم بھی باوجود عظمۃ شان
امکان خطا سے منزہ نہین کیا عجب ہے کہ امام شافعی علیہ الرحمۃ ہی صحیح فرماتے ہون۔ اور ہم ہنوز انکے
قول کی وجہ نسمجھے ہون اس امر مین زیادہ تعصب کو پسند نہین کرتے پر جسوقت امام علیہ الرحمۃ کی توہین
سنی جاتی ہی دل جلکر خاک ہو جاتا ہی اور یون جی مین آتا ہی کہ ان زبان درازون کے مقابلہ مین ہم بھی ان
نرانیون پر آجائین اور دو چار ہم بھی سنائین پر آیہ واذا خاطبہم الجاہلون قالوا سلاما واذا مروا باللغو مروا کراما
اور احادیث منع نزاع مانع ہین وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین فقط

جواب حضرت مولانا مولوی محمد قاسم صاحب رح کا درباب تقلید و تراویح آٹھ رکعت اور پڑھنا ضاد کا بمخرج ظا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خدمت میں علماء دین کی عرض ہے کہ ایک شخص کہ لنڈھورہ نگینہ ضلع بجنور کا رہنے والا آیا ہے کہتا ہے
کہ ضاد بمخرج ظا پڑھو ورنہ نماز باطل ہوگی اور تراویح آٹھ رکعت پڑھو بیس رکعت پڑھنا فضول ہے
اور تقلید کسی امام کی نکرنا چاہیے جس حالتمیں کہ چاروں مذہب سست ہیں پھر امام اعظم رح کی تقلید
سے کیا فائدہ ہے جواب ہر ایک امر کا اپنی مہر سے مزین فرماکر ارسال کریں کہ اس شخص کو دیدیا جاوے
جواب مخدومن میاں جی گھیسا صاحب سلامت۔ بعد سلام گذارش ہے کہ میں پرسوں تیسرے روز
پیر کے دن دیوبند سے یہاں اپنے وطن میں پہنچا آپکا خط ملا دیکھکر رنج ہوا کیا خدا کی قدرت ہے کہ آجکل
جسطرف سے صدا آتی ہے یہی آتی ہے کہ وہاں مسلمانوں میں اختلاف ہے وہاں نزاع ہے کہیں سے اتفاق کی
خبریں نہیں آتی ہاں کفار کے جتنے افسانے سنے جاتے ہیں کیوں اتفاق ہے اسطرح اتحاد ہے خیر بجز
انا للہ وانا الیہ راجعون کے اور کیا کہئے آپکی خوشنودی خاطر منظور ہے اسلیے جواب لکھتا ہوں ورنہ
ایسے جھگڑوں میں دخل دینا محض فضول سمجھتا ہوں جناب من جیسے کہ بے کے جگہہ تے اور دال کی جگہ
ذال اور حا کے بدلے خا اور شین کی عوض سین اور عین کے مقام غین اور لام کی مکان میم نہ کوئی
پڑھتا ہے اور نہ کوئی جائز سمجھتا ہے اور ادنے سے لیکر اعلی تک ہر کوئی اسبات کو سمجھتا ہے ایسی ہی
ضاد کو چھوڑ کر ظا پڑھنا بھی خلاف عقل و نقل ہے یہ بات عقل و نقل کی رو سے سمجھا چاہیے جسکی
برائی خود کلام اللہ میں موجود ہے پھر معلوم نہیں آجکل کے عالم کس وجہ سے ایسی نامعقول باتیں کہتے ہیں
اور اہل اسلام کیوں ایسی بات تسلیم کر لیتے ہیں مگر شاید عوام فتووں کی مہروں کو دیکھکر چل جاتے ہیں اور
یہ کون جانے کہ کتابوں کا سمجھنا اور فتوونکا لکھنا ہر کسیکو نہیں آتا۔ اب تقلید کی بات سنئے لاجب

دین اسلام ایک ہی اور چاروں مذہب حق مگر جیسے فن طبابت یونانی یا ڈاکٹری انگریزی ایک ہی
اور سارے طبیب کامل قابل علاج اور ہر ایک ڈاکٹر لائق معالجہ ہی اور پھر وقت اختلاف تشخیص اطبا
یا مخالفت رای ڈاکٹران جس طبیب کا علاج یا جس ڈاکٹر کا معالجہ کیا جاتا ہی ہر بات مین اُسیکا کہنا
کیا جاتا ہی دوسرے طبیب کی یا دوسرے ڈاکٹر کی رای نہین سنی جاتی ایسی ہی وقت اختلاف ائمہ
و مجتہدین جس امام یا مجتہد کا اتباع کیا جای ہر بات مین اُسکی تابعداری ضرور ہی ہان جیسی کبھی ایک طبیب
یا ڈاکٹر کا علاج چھوڑکر دوسرے کیطرف رجوع کر لیتے ہین اور پھر بعد رجوع ہر بات مین دوسرکا اتباع
مثل اول کیا جاتا ہی ایسی ہی کبھی کبھی بعض بزرگون نے زمانہ سابق مین کسیوجہ سے ایک مذہب کو چھوڑکر
دوسرا مذہب اختیار کر لیا تھا اور بعد تبدیل مذہب ہر بات مین دوسرے ہی کا اتباع کیا یہ نہین کیا
کہ ایک بات انکی لی اور ایک بات انکی لی اور اس تدبیر سے ایک لامذہبی کا پانچوان انداز گھڑ لیا امام
طحاوی جو بڑے محدث اور فقیہ ہین پہلے شافعی تھے پھر حنفی ہو گئے تھے بالجملہ بے تقلید کام نہین
چلتا یہی وجہ ہوئی کہ کروڑون عالم اور محدث گذر گئے پر مقلد ہی رہے امام ترمذی کو دیکھیے کیسے
بڑے عالم اور فقیہ اور محدث تھے ترمذی شریف اونہین کی تصنیف ہی باوجود اس کمال کے
مقلد ہی تھے اعتبار نہو تو ترمذی شریف کو دیکھ لیجیے جب ایسے ایسے عالم اس کمال علمی پر مقلد ہی رہے
امام شافعی کی تقلید امام ترمذی نے کی اور امام طحاوی اور امام محمد اور امام ابو یوسف نے امام ابو حنیفہ
کی تقلید کی ہی پھر آج ایسا کونسا عالم ہوگا جسکے نزدیک تقلید ضروری نہو اگر کسی بڑے عالم نے
اماموں کی تقلید نکی بھی تو کیا ہوا اول تو کروڑون کے مقابلہ مین ایک دو کی کون سنتا ہی جس عاقل
سے پوچھوگے یہی کہیگا کہ جسطرف ایک جہان کا جہان ہو وہی بات ٹھیک ہوگی باینہمہ یہ کونسی
عقل کی بات ہی کہ اس باتمین عالموں کی چال ہم اختیار کرین یہ ایسی بات ہی کہ کوئی مریض جاہل
کسی طبیب کو مرض کیوقت دیکھے کہ اپنا علاج آپ کرتا ہی اور دوسرے طبیب سے دوا نہین پوچھتا

یہ دیکھکر بھی یہی انداز اختیار کرے اپنا علاج اپنے آپ کرنے لگے اور طبیبون سے کام نرکھے تم
ہی کہو ایسے آدمی عاقل کہلائینگے یا بیوقوف سو ایسی ہی کسی عالم کو غیر مقلد دیکھکر جاہل اگر
تقلید چھوڑدین تو یون کہو علم تو تھا یا نہ تھا عقل نہ بھی دشمنون ہی کو نصیب ہوئی اور جاہلونکو
جانے دیجئے آجکل کے عالم الیقین جانئے کل نہیں تو اکثر جاہل ہی ہین بلکہ بعض عالم تو جاہلو نسے
بھی زیادہ جاہل ہین دو کتابین اردو کی لغلمین دیاکر وعظ کہتے پھرتے ہین اور علم کے نام خاک بھی
نہین جانتے کم سے کم علم اتنا تو ہو کہ ہر علم کی ہر ایک کتاب طالبعلم کو پڑھا سکے باقی رہی تراویح اُس
مین جو آجکل ملاؤن نے تخفیف نکالدی ہے یعنی بیس کی آٹھ کردی ہین تو ہر ایک کو بوجہ آسانی
یہ بات پسند آئی ہے پر یہ بات کوئی نہیں سمجھتا کہ آٹھ رکعتین جو حدیث مین آئی ہین تو وہ تہجد کی
رکعتین ہین تہجد اور چیز ہے اور تراویح اور چیز تراویح کی بیس ہی رکعتین ہین حضرت عمر رضی اللہ عنہ
کے زمانہ مین ہزارہا صحابہ تھے اوس زمانہ مین سے لیکر آجتک کسی نے بیس رکعت مین کچھ حجت
نکی تھی مگر آجکل ایسے اَن پڑھے امی عالم پیدا ہوئے ہین کہ انہون نے حضرت عمر اور صحابہ کی
بھی غلطی نکالی سبحان اللہ یہ منہ اور مسور کی دال باقی یہ کہنا کہ حضرت عمر سے پہلے بیس رکعتین نہین
پڑھتے تھے یہ خیال خام ہے یہ بات اتنی بات سہی کیونکر نکل آئی کہ حضرت عمر کے زمانہ مین بیس کا اہتمام
شروع ہوا دیکھئے پہلے زمانہ مین نکاح ثانی کا اسلئے چندان اہتمام نہ تھا کہ اس نکاح کو اتنا برا نہ سمجھے
تھے جب شاہ ولی اللہ صاحب نے یہ دیکھا کہ اس امر خیر کو آجکل معیوب سمجھنے لگے اونھون نے اسکا
ذکر اپنی تصانیف مین کیا آخر کار اونکی اولاد اور انکے شاگردون نے اسکو جاری کرنے مین کمر باندھی
مگر اسکے یہ معنی نہین کہ یہ نکاح ثانی شاہ ولی اللہ صاحب اور انکے خاندان کا ایجاد ہے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی بات نہین ایسی ہی بیس رکعت کو حضرت عمر اور انکے زمانہ کے
صحابیون کا ایجاد نہ سمجھے سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہی سمجھے ورنہ اسکے یہ معنی ہونگے

کہ حضرت عمر سنی نہ تھے اُنکے زمانہ کے صحابہ سنی نہ تھے سب کے سب نعوذ باللہ بدعتی تھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کو مٹا دیا اپنی سُنت جاری کردی اب تحسین فرماؤ حضرت عمر اور اصحاب پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کا بُرا سمجھنے والا کون ہوتا ہے میاں جیو صاحب حضرت عمر اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی پیروی کا حکم تو صحیح صحیح حدیثوں میں موجود ہے ایک دو حدیث لکھے دیتا ہوں اونھیں مولوی صاحب سے اُنکا ترجمہ کرالینا جو آٹھ رکعت گاتے پھرتے ہیں ایک حدیث تو یہ لیجئے۔ علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین من بعدی۔ دوسری یہ لیجئے۔ اقتدوا بالذین من بعدی تیسری یہ لیجئے اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم فقط

تمت

فہرست کتب از تصنیفات مولوی محمد قاسم صاحب مرحوم مدفیوضہم مع اشتہار حمائل شریف و قرآن شریف

کتاب	قیمت	کتاب	قیمت
تقریر دلپذیر	عہ/	قصائد قاسمی	۳/
ہدیۃ الشیعہ	عہ/	قبلہ نما مجتبائی	۵/
لطائف قاسمیہ	۱/	انتصار الاسلام	۳/
دلیل محکم	۲/	قاسم العلوم حصہ اول	۸/
تحذیر الناس	۳/	ایضاً حصہ دوم	۸/
حجۃ الاسلام	۳/	ایضاً حصہ سوم	۳/
رموز قرآنی	۱/	انتباہ المومنین	۱/
حق الصریح فی		توثیق الکلام	
بیان التراویح	۱/	فیوض قاسمی	۳/
تصفیۃ العقائد مجتبائی	۸/	میلہ خداشناسی	۳/
رسالہ تحفہ لحمیہ	۱/	آب حیات	عہ/
مباحثہ شاہجہانپور	۲/	اجوبۂ اربعین	۲/

قرآن شریف واضح

جلی قلم مترجم بدو ترجمہ یک ترجمہ اردو لفظی شاہ رفیع الدین صاحب زیر متن و یک ترجمہ فارسی شاہ ولی اللہ صاحب برحاشیہ بند سہ وار ہر آیۃ مع فوائد بزبان اُردو کاغذ ولایتی سفید جبا شدہ تقطیع کلان ۲۲-۹-۲ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی

	قیمت
ایضاً کاغذ حنائی گندہ	۵/
ایضاً کاغذ گندہ سفید	۸/
ایضاً کاغذ سفید ولایتی چکنا	۸/
ایضاً کاغذ گلابی تقطیع ۲-۲-۱۶	۸/

ایک اشرفی یا ۱۵ روپیہ نقد کاغذ سمی۔ بلا جلد مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی

	قیمت
ایضاً کاغذ چکنا سفید بلا جلد	للعہ
ایضاً کاغذ زرد	للعہ
ایضاً کاغذ سمی مجلد درجہ اول	للعہ/
ایضاً کاغذ چکنا سفید مجلد درجہ اول	عہ/
ایضاً کاغذ زرد مجلد درجہ اول	عہ/
ایضاً مصری کاغذ سمی بلا جلد	عہ/
ایضاً مصری کاغذ چکنا ولایتی بلا جلد	عہ/
ایضاً مصری کاغذ زرد بلا جلد	للعہ/
ایضاً مصری کاغذ سمی مجلد	عہ/
ایضاً مصری کاغذ چکنا ولایتی مجلد	للعہ
ایضاً مصری کاغذ زرد مجلد	للعہ

حمائل شریف مصری

مترجم جسکا اشتہار فی خلطی متن